© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

سُـــود کا مقـدّمــہ نیا رُخ یا واپسی؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایامِ گذشتہ کا منظرنامہ دیکھئے تو 'وطن عزیز کی آئینی تاریخ' اور 'حرمتِ سود' کا مسئلہ روزِ اوّل ہی سے پہلو بہ پہلو سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان کا سب سے پہلا آئین ۱۹۵۶ء میں نافذ ہوا اور دوسرا ۱۹۶۲ء میں تشکیل دیا گیا۔ ان دونوں دساتیر میں صاف اور غیر مبہم طور پر یہ بات درج تھی کہ حکومت، پاکستان کے نظامِ معیشت سے سود کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے بھرپور مساعی کرے گی۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء کا آئین عالم وجود میں آیا جو اَب تک متفقہ طور پر قوتِ نافذہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس آئین کے آرٹیکل ۳۸ کی ذیلی دفعہ (F) میں اس مسئلہ کو ان الفاظ میں اُجاگر کیا گیا ہے:

''حکومت جس قدر جلد ممکن ہوسکا ربٰو کو ختم کرے گی۔''

۱۹۶۲ء میں تشکیل آئین کے علاوہ قومی سطح پر 'اسلامی نظریاتی کونسل' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جس میں مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے مستند علماءِ کرام کو نمائندگی دی گئی اور اس ادارے میں ایسی تجاویز مرتب کرنے کی درخواست کی گئی جن پر عمل کرکے پاکستان کی عمومی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جاسکے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۶۶-۱۹۶۴ء کے دوران سود کے معاملے کا جائزہ لیا اور قرار دیا کہ سودی معیشت اسلام میں ممنوع ہے اور موجودہ بنکنگ نظام بھی چونکہ سودی بنیادوں پر استوار ہے، اس لئے بنکوں کا لین دین ہی غیر اسلامی ہے۔ ۳/دسمبر ۱۹۶۹ء کو اپنی رپورٹ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے اتفاقِ رائے سے ایک بار پھر اس امر کا اظہار کیا کہ

> ربٰو اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرحِ سود کی کمی بیشی، سود کی حرمت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ موجودہ بنکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان قرضہ جات اور کاروباری لین دین میں اصل رقم پر جو بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے، وہ ربٰو کی تعریف میں آتی ہے۔ سیونگ سرٹیفکیٹ پر جو سود دیا جاتا ہے، وہ بھی ربٰو میں شامل ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی وغیرہ میں جو سود دیا جاتا ہے، وہ بھی ربٰو میں شامل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیے گئے قرضوں پر بڑھوتری بھی سود ہی کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا یہ تمام صورتیں حرام اور ممنوع ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اسلامی نظریاتی کونسل کی مذکورہ بالا رپورٹ کے آٹھ سال بعد ستمبر ۱۹۷۷ء میں صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کونسل سے رجوع کیا اور کہا کہ کونسل ایسے طریقے بھی تجویز کرے جن کو اپنا کر سود جیسی لعنت کا خاتمہ کیا جاسکے۔ جس پر اسلامی نظریاتی کونسل نے بنک ماہرین، اقتصادیات کے ماہرین اور علما سے طویل مباحث اور عالمی سطح پر اس مسئلے کی پیچیدگیوں کے گہرے مطالعے کے بعد اپنی رپورٹ کو حتمی شکل دی اور ۲۵/ جون ۱۹۸۰ء کو یہ رپورٹ صدرِ پاکستان کے سامنے پیش کردی۔ اس رپورٹ میں سود کو ختم کرکے اس کے متبادل نظام کی تفصیلات درج تھیں اور کہا گیا تھا کہ ان تجاویز پر عمل درآمد سے دو سال کے اندر اندر پاکستان کی معیشت سود سے مکمل طور پر پاک ہوسکتی ہے۔

اس رپورٹ کے وصول ہونے پر صدر ضیاء الحق نے بین الاقوامی سطح کے ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ جس کا عنوان تھا 'اسلام کا اقتصادی نظام' ...... اس سیمینار کے شرکا نے اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کو نہ صرف سراہا بلکہ اسے دیگر اسلامی ممالک کے لئے بھی مشعل راہ قرار دیا۔ اس رپورٹ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کنگعبد العزیز یونیورسٹی، جدہ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کرکے اپنی حکومت اور عوام کے استفادہ کے لئے شائع کیا۔ لیکن افسوس کہ اس رپورٹ پر افسر شاہی نے پوری طرح سے عمل نہ کیا۔ بنک کھاتوں کو نفع نقصان کی بنیاد پر از سر نو ترتیب دیا گیا اور اقتصادی نظام میں مشارکہ اور مضاربہ کی اصناف متعارف کروائی گئیں۔ لیکن یہ سب کچھ نیم دلانہ انداز اور بہت محدود پیمانے پر ہوا۔ نتیجہ یہ کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی ایک اور رپورٹ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہارِ افسوس کیا:

> ''کونسل نے ۱۹۸۰/۸۱ء میں کئے جانے والے ان اقدامات کا جائزہ لیا جو حکومت نے اسلامی نظامِ معیشت کے نفاذ کے سلسلے میں انجام دیئے ہیں۔ ان میں خاتمہ سود کے لئے کئے جانے والے اقدامات، ان سفارشات کے بالکل برعکس ہیں جو کونسل نے تجویز کئے تھے ...... حکومت نے وہ طریقہ اختیار کیا جو مقصد کو فوت کرنے کا سبب بن گیا۔''

کونسل کی مذکورہ بالا رائے اور انتباہ حکومت کے 'مردانِ ناداں' پر کلامِ نرم و نازک کی طرح بے اثر ثابت ہوا۔ ان حالات میں ۱۹۹۰ء کے دوران پاکستان کے ایک شہری محمود الرحمٰن فیصل نے وفاقی شرعی عدالت میں پٹیشن نمبر 30/I داخل کی۔ اور استدعا کی کہ عدالت رائج الوقت سودی نظامِ معیشت کو غیر اسلامی قرار دے کر اس پر پابندی عائد کردے اور حکومت کو ہدایت کرے کہ وہ پاکستان کے معاشی نظام سے سود کا چلن ختم کردے۔ عدالت نے سود کے کیس کی سماعت شروع کی تو بہت سے دوسرے ادارے، اشخاص، قانون دان اور خود حکومت اس طرف متوجہ ہوئی اور عدالت کے پاس سودی مسئلہ پر کل ملا کر ۱۱۵ مقدمات جمع ہوگئے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ان سب مقدمات کی مشترکہ سماعت کی اور اکتوبر ۱۹۹۱ء میں

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

۱۵۷ صفحات پر مشتمل اپنا تاریخی فیصلہ سنایا۔ وفاقی شرعی عدالت چیف جسٹس تنزیل الرحمٰن، جسٹس فدا محمد خان اور جسٹس عبید اللہ خان پر مشتمل تھی۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں نہ صرف یہ کہ سود کی تعریف متعین کی بلکہ ملک میں رائج تمام قوانین کا جائزہ لے کر بنکاری سمیت تمام سودی لین دین کو حرام قرار دے دیا اور حکومت اور تمام صوبوں سے کہا کہ وہ ۳۰/ جون ۱۹۹۲ء تک متعلقہ قوانین میں تبدیلی کرلے۔ عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ یکم جولائی ۱۹۹۲ء سے تمام سودی کاروبار غیر اسلامی ہونے کے ناطے ممنوع قرار پاجائے گا۔

وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ فیصلے کو عوامی سطح پر زبردست پذیرائی ملی لیکن بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کے ساتھ ساتھ حکومت کو فکر لاحق ہوگئی کہ اگر سودی نظام ممنوع قرار پاگیا تو بین الاقوامی سطح پر قرضوں کے حصول میں مشکلات پیدا ہوجائیں گی اور عالمی منظر میں تجارتی سرگرمیوں پر اثر پڑے گا۔ نتیجہ یہ کہ جون ۱۹۹۲ء کے آتے آتے مالیاتی اداروں اور بنکوں کی جانب سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف شریعت اپلیٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان میں ۱۱۸ کے لگ بھگ اپیلیں دائر کردی گئیں۔

شریعت اپلیٹ بنچ نے ان اپیلوں کی کئی ماہ تک مسلسل سماعت کی۔ اس فاضل بنچ میں مسٹر جسٹس خلیل الرحمٰن خان بطورِ چیئرمین شریک تھے۔ جبکہ مسٹر جسٹس وجیہ الدین احمد، مسٹر جسٹس منیر اے شیخ، مسٹر جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی اور مسٹر جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی بطورِ ممبر شامل تھے۔ مقدمے کی سماعت جولائی ۱۹۹۹ء میں اپنے انجام کو پہنچی۔ معزز عدالت نے اس دوران مقدمہ میں زیر بحث آنے والے اہم فقہی مسائل اور سوالات پر رہنمائی حاصل کرنے کے لئے فریقین کے وکلا حضرات کے علاوہ بینکنگ کے ماہرین، معاشیات کا درک رکھنے والے سکالرز اور علماءِ کرام سے اپیل کی کہ وہ عدالت کی معاونت کریں۔ عدالت نے از خود بھی اسلامی بنکاری سے متعلق ایک درجن سے زیادہ قانون دانوں، معاشی ماہرین، محققین اور علما سے رابطہ کیا جن میں ڈاکٹر وقار مسعود، ڈاکٹر ارشد زمان، عمر چھاپرا، پروفیسر خورشید احمد، مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی، عبد الجبار خان، خالد ایم اسحٰق، ابراہیم ساداات، ڈاکٹر نواب حیدر نقوی، سید طاہر، مولانا گوہر رحمٰن، ایس ایم احسن، خالد مجید، صبغت اللہ، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور ایس ایم ظفر جیسے ممتاز ماہرین شامل تھے۔

اس موقع پر فاضل عدالت نے اپنے وکلا اور سکالرز کی سہولت کے لئے کم از کم ۱۰ سوالات بھی مرتب کئے جو زیر سماعت ۱۱۸/ اپیلوں میں اُٹھائے گئے نکات میں سے اخذ کئے گئے تھے۔ ان سوالات کے سرسری مطالعے سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی تھی کہ ان کے جوابات ہی دراصل سود سے متعلق اس اہم مقدمے میں بنیادی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مقدمے کی سماعت اور بحث کے دوران عدالت کے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

سامنے فریقین کی طرف سے ۵۰۰ سے زائد کتب کے حوالہ جات پیش کئے گئے۔

جدید اور قدیم معاشی کتب و جرائد کے بے بہا ذخیرے میں سے اہم اقتباسات کی نقول عدالت کے ریکارڈ پر لائی گئیں اور ڈیڑھ ہزار سال میں لکھی جانے ولی قرآنی تفاسیر اور فقہی آرا کے ہزاروں صفحات پر مشتمل سود سے متعلق مباحث کو عدالت کے علم میں لایا گیا۔ قرآنِ مجید کے حوالوں کے علاوہ تقریباً دو ہزار احادیث بھی سند کے طور پر پیش کی گئیں۔ اس سارے مواد کی چھان پھٹک، عمیق مطالعے اور علماء و وکلا کی بحث سماعت کرنے کے بعد شریعت اپلیٹ بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو عمومی طور پر درست قرار دیتے ہوئے جدید بنکاری سمیت تمام دیگر سودی قوانین کو اسلام کی روشنی میں ممنوع اور حرام قرار دے دیا اور حکومت کو مزید مہلت دیتے ہوئے ہدایت جاری کی کہ وہ جون ۲۰۰۱ء تک تمام غیر اسلامی قوانین کو تبدیل کر کے سود سے پاک کر دے۔ جون ۲۰۰۱ء سے قبل حکومت نے دوبارہ ایک درخواست شریعت بنچ کے سامنے دائر کی اور سودی نظام کو ختم کرنے کے لئے مزید دو سال کی مہلت طلب کی۔ عدالت نے درخواست کی سماعت کے بعد حکومت کی استدعا منظور کرتے ہوئے دو سال کے بجائے ایک سال کی مہلت دے دی اور ہدایت کی کہ جون ۲۰۰۲ء تک تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور سود کو ختم کرنے کے اقدامات مکمل کر لئے جائیں۔

انصاف اور ایمان داری کا تقاضا تو یہی تھا کہ حکومت کی اپنی استدعا پر حاصل ہونے والی مہلت میں خلوصِ نیت سے سودی قوانین کی تبدیلی کا کام مکمل کیا جاتا۔ لیکن عملاً کوئی نظر آنے والی پیش رفت نہ کی گئی بلکہ حسبِ معمول سود کی بنیاد پر نئی اسکیمیں اور نئے قرضے حاصل کئے جاتے رہے اور جب عدالت کی دی ہوئی مہلت ختم ہونے کو آئی تو یونائیٹڈ بنک آف پاکستان نے (جو حکومت کے زیر انتظام چلنے والا بنک ہے) ایک نظر ثانی کی درخواست عدالت میں داخل کر دی جس میں کہا گیا کہ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلوں میں بہت سے قانونی نقائص رہ گئے ہیں اور یہ کہ عدالت کے سامنے پیش ہونے والے مواد کو درست طور پر پڑھا اور صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا ہے، اس لئے اس فیصلے پر نظر ثانی کی جانی چاہئے۔ عین انہی ایام میں ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ شریعت اپلیٹ بنچ کے فاضل رکن جسٹس محمد تقی عثمانی کو...... جو سود سے متعلق اپیل کا فیصلہ لکھنے والے ججوں میں شامل تھے...... بغیر کوئی وجہ بتائے اپلیٹ بنچ سے فارغ کر دیا گیا اور بنچ میں جناب ڈاکٹر خالد محمود اور جناب رشید احمد جالندھری کو علما ججوں کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا۔ اس طرح نظر ثانی کی درخواست کی سماعت جس بنچ نے کی، ان میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس شیخ ریاض احمد، جسٹس منیر اے شیخ، جسٹس قاضی محمد فاروق، جسٹس ڈاکٹر خالد محمود

© rasailojaraid.com

اور جسٹس ڈاکٹر رشید احمد جالندھری شامل تھے۔

1 نظرثانی کی اس درخواست پر سب سے پہلے یونائیٹڈ بنک کے وکیل راجہ محمد اکرم نے ۱۲/ جون ۲۰۰۲ء کو بحث کا آغاز کیا۔ راجہ اکرم نے موقف اختیار کیا کہ قرآنِ کریم میں 'بیع' سے مراد تجارت، سرمایہ کاری، کاروبار اور سودا کاری ہے۔ بیع سے مراد 'صرف' نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے استدلال کیا کہ قرآنِ کریم نے ربوٰ کو حرام قرار دیا ہے لیکن 'بیع' کو جائز کہہ کر اس کی اجازت دی گئی ہے۔ اور جدید بینکنگ کا نظام بیع کے وسیع مفہوم پر پورا اُترتا ہے۔ اس لئے بنکاری کے ذریعے لین دین کو ، ربوٰ قرار دے کر ممنوع کر دینا درست نہیں ہے۔

راجہ محمد اکرم نے کہا کہ 'مشارکہ' کی اصطلاح حصہ داری (پارٹنر شپ) کا مفہوم ادا کرتی ہے۔ اس لئے قرض کی وہ رقم جو کاروبار میں لگائی گئی ہو، اس پر منافع لینا بھی بیع کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی طرح فکسڈ ڈیپازٹ پر منافع حاصل کرنا بھی بیع ہی کی تعریف میں آئے گا کیونکہ فکسڈ ڈیپازٹ کی رقم بھی کاروبار میں لگائی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوسرے کاروباروں کی طرح بنک اور مالیاتی ادارے نفع کے ساتھ ساتھ نقصان میں بھی جاتے رہے ہیں اور وہ دیوالیہ بھی ہوجاتے ہیں لہٰذا دونوں صورتیں پیش آتی رہتی ہیں جو کہ اسلام کے جائز اصولِ تجارت کے عین مطابق ہے۔

راجہ محمد اکرم نے کچھ قرآنی آیات کی تفسیر بھی پیش کی۔ انہوں نے آیت ۳:۱۳۰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس آیت میں سود سے متعلق أضعافا مضاعفة کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور لوگوں کو دوگنا چوگنا سود وصول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے موقف اختیار کیا کہ اگر سود کی رقم دوگنی چوگنی رفتار سے بڑھتی نہیں ہے تو ایسے سود کی اسلام میں اجازت ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک سود کی ظالمانہ شرح ہی ناجائز ہے۔ راجہ محمد اکرم نے یہ بھی موقف اختیار کیا کہ سود کے متعلق ہدایات دراصل قانونی درجہ نہیں رکھتیں بلکہ اخلاقی درجہ میں ہیں۔ اس لئے سود کی حرمت کو پاکستان کے عوام پر بذریعہ قانون نافذ کرنا قرین انصاف نہیں ہے۔

2 حکومتِ پاکستان کے وکیل رضا کاظم نے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ حکومت یونائیٹڈ بنک کی درخواست اور معروضات سے پوری طرح اتفاق کرتی ہے۔ شریعت اپلیٹ بنچ اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں پر عمل درآمد ناممکن ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو ملک میں انارکی پھیل سکتی ہے۔ حکومت دسمبر ۱۹۹۹ء سے ہر ممکن کوشش کررہی ہے کہ سود سے پاک نظام قائم کرے مگر اس میں کامیابی نہیں ہو پا

© rasailojaraid.com

رہی۔ اگر ایک متوازی نظام قائم کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اسے موجودہ نظام کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے۔ رضا کاظم نے عدالت کے اختیارِ سماعت سے متعلق آئینی نکات بھی اٹھائے اور موقف اختیار کیا کہ وفاقی شرعی عدالت کو آئین کے باب '۳' کے تحت سود سے متعلق معاملے کو سماعت ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آئین میں ربوٰ کے خاتمے کے لئے الگ سے شق موجود ہے اور اس معاملے کو طے کرنے کے لئے اقدامات کرنے کو بھی کہا گیا ہے۔ پھر اس نکتے کو دوبارہ اٹھانے یا الگ سے انتظامات کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی معاملہ عدالت کے دائرۂ اختیار میں باقی رہتا ہے۔ یہی ملک، قوم اور عدلیہ کے بہتر مفاد میں ہے۔

رضا کاظم نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل ۳۸ کے تحت مشروط طور پر ربوٰ کی اجازت دی گئی ہے جبکہ زیر بحث فیصلے میں اس آرٹیکل کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ دراصل وفاقی شرعی عدالت کو آئین میں طے شدہ معاملات یا آئین سے متصادم کسی معاملے کی سماعت کا اختیار ہی حاصل نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے سے سنگین نتائج برآمد ہونے کا خدشہ ہے، اس لئے فاضل عدالت ملک کو تباہی سے بچائے۔ اگر رائج الوقت سودی نظام بند کردیا گیا تو ملک کا معاشی ڈھانچہ منہدم ہوجائے گا جس کا لازمی نتیجہ پاکستان کی تباہی کی صورت میں سامنے آئے گا۔

رضا کاظم ایڈووکیٹ نے شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ عدالت کو آرٹیکل ۲۰۳ ڈی، کے تحت صرف اس قدر اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی موجود قانون کے قرآن وسنت کے خلاف ہونے یا نہ ہونے سے متعلق فیصلہ کرے لیکن فاضل بنچ نے سود کو حرام قرار دینے کے ساتھ ساتھ حکومت اور متعلقہ اداروں کو اپنے فیصلہ پر عمل درآمد کے لئے ہدایات جاری کردیں، جس کا اختیار فاضل عدالت کو حاصل نہیں تھا۔ اس طرح شریعت اپلیٹ بنچ کا فیصلہ اپنی قانونی حدود سے باہر سفر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ غیر قانونی پہلو بھی فیصلے پر نظرثانی کا متقاضی ہے۔

رضا کاظم نے دلائل کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ بنکوں میں جمع رقوم کا ساٹھ فیصدی غریب عوام کی جمع پونجی پر مشتمل ہے جو اِن رقوم پر حاصل ہونے والے منافع سے اپنی ماہانہ گزر اوقات کرتے اور اخراجات چلاتے ہیں۔ اگر اس سسٹم کو تبدیل کردیا گیا اور غریب عوام کو اپنی رقم ڈوبنے کے تذبذب میں ڈال دیا گیا تو قومی معیشت میں زَر کی آمد بالکل رُک جائے گی لہٰذا ملک ایک عظیم مالی بحران سے دوچار ہوسکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بھی شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلے پر نظرثانی کا جواز موجود ہے۔

کاظم رضا ایڈووکیٹ نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ حکومت نے غیر سودی نظام نافذ کرنے کے سلسلے میں

© rasailojaraid.com

رہنمائی کے لئے ۵۴ اسلامی ممالک سے رابطہ کیا اور ایران اور سوڈان کے بینکنگ سسٹم کا جائزہ لیا لیکن تمام ممالک نے بلاتخصیص یہی مشورہ دیا کہ سود سے پاک بینکنگ نظام کا قیام ناقابل عمل ہے بلکہ یہ کہ یہ معیشت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا، اس طرح ہم بین الاقوامی برادری سے کٹ جائیں گے اور ہمارا زندہ رہنا مشکل ہوجائے گا۔ اس مرحلے پر اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے رضا کاظم ایڈووکیٹ نے کہا کہ اس مسئلے کے کچھ مزید پہلوؤں پر میرے ساتھی وکیل ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی بھی عدالت کے سامنے اپنی معروضات پیش کریں گے۔

3 ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی نے اپنے دلائل کا آغاز سنسنی خیز، ڈرامائی انداز میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ سود کے کیس میں فیصلے کرتے ہوئے سابقہ بنچ نے قرآن اور سنت کے متعدد احکامات سے انحراف کیا ہے۔ زیر بحث فیصلے میں امام ابوحنیفہؒ، ائمہ کرامؒ اور فقہاؒ کے نظریات کو مسخ کرکے قرآن وسنت کے واضح احکامات سے روگردانی کی گئی ہے۔ جبکہ بہت سے مکاتبِ فکر کے علما کی رائے کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ زیر بحث فیصلے میں پاکستان کے سب شہریوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا گیا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی نے اپنی طویل بحث کے دوران شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلے پر جو اعتراضات اٹھائے ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱) متنازعہ فیصلے میں سود سے متعلق قانونی اور اخلاقی پہلوؤں کو گڈ مڈ کردیا گیا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کی الگ الگ تشخیص میں ناکامی کے باعث پورا فیصلہ قرآنِ حکیم کے بتائے ہوئے اسلامی اصولوں، رسول اکرم ﷺ کی سنت، امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہا کی رائے سے متصادم ہوتا چلا گیا ہے۔

۲) ربوٰ کی مکروہ اقسام کو حکومتی اداروں کے ذریعے نافذ العمل کرنا سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہے۔

۳) مکروہ اور حرام ربوٰ کو سود کی تعریف میں یکجا کردیا گیا ہے جو عدالت کے اختیار میں نہیں ہے۔

۴) عدالت نے ربوٰ کی تعریف متعین کرتے ہوئے جو طریقہ اپنایا ہے، وہ تفسیر کے اُصولوں کے خلاف ہے۔ صحابہؓ اور تابعین کی بہت سی روایات کو سود کی تعریف متعین کرتے ہوئے نظر انداز کردیا گیا ہے۔

۵) سود کا فیصلہ دیتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے بطورِ جج وفاقی شرعی عدالت سود کو حرام قرار دیتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک رپورٹ پر بھی انحصار کیا ہے۔ یہ رپورٹ خود ان کی زیرنگرانی تیار ہوئی تھی۔ کیونکہ جب یہ رپورٹ مرتب ہوئی، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن خود اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین تھے۔ شریعت اپلیٹ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بنچ نے بھی اپنے فیصلے میں اس رپورٹ پر انحصار کیا ہے۔ اس طرح فیصلے کے آداب و مقاصد کی نفی کا ارتکاب کیا گیا۔

۶) شریعت اپلیٹ بنچ نے فیصلہ کرتے ہوئے صرف ایک مخصوص نقطہ نظر کے ماہرین اور سکالرز کی آرا کو اہمیت دی ہے۔ ان میں زیادہ تر وہی ہیں جن کا حوالہ جسٹس تنزیل الرحمٰن نے اپنے فیصلے میں دیا تھا۔ لیکن شیخ محمد عبدہ، شیخ راشد رضا، عبدالرزاق سنہوری، محمود شلتوت سابق شیخ الازہر قاہرہ اور موجودہ شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سعید طنطاوی جیسے ممتاز فقہا کی آرا کو اہمیت نہیں دی گئی۔

۷) شریعت اپلیٹ بنچ نے اپنے فیصلے میں سود کو ختم کرنے کا جو متبادل اقتصادی نظام تجویز کیا ہے، وہ ناقابل عمل ہے اور حکومت کے مطابق اس میں اتنی صلاحیت نہیں کہ اسے نافذ کیا جاسکے۔

۸) وفاقی شرعی عدالت نے ربوٰ الفضل کے سوال اور اس کے نفاذ کے معاملہ کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور اس کے اثرات کو نظر انداز کر دیا تھا۔ شریعت اپلیٹ بنچ بھی اس امر کا نوٹس لینے میں ناکام رہی ہے۔

۹) شریعت اپلیٹ بنچ نے قرض کے معاہدات پر مال کی واپسی کے وقت بڑھوتری کو سود قرار دیا ہے جبکہ امام رازی کی مشہور تفسیر الکبیر میں درج ہے کہ ربوٰ کا معنی بڑھوتری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر طرح کی بڑھوتری کی وصولی ربوٰ کے زمرے میں آتی ہے یعنی غیر قانونی ہے۔

۱۰) جس ربوٰ کو اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے، وہ قرض کے وہ معاہدات ہیں جنہیں عربی میں ربوٰ النسیئہ کہا جاتا ہے۔ ان معاہدات میں قرض کی رقم بروقت ادا نہ کرنے پر بڑھوتری طے کی جاتی تھی۔

۱۱) شریعت اپلیٹ بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کے برعکس ربوٰ الفضل پر نہ صرف بحث کی ہے بلکہ اس کی ۳ مختلف اقسام بھی گنوائی ہیں اور قرار دیا ہے کہ ربوٰ القرآن اور ربوٰ الفضل کی پہلی قسم موجودہ اور جدید تجارت کے اُصولوں کے نزدیک تر ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے چونکہ اس ایشو پر کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا، اس لئے شریعت اپلیٹ بنچ کا اس ضمن میں دیا گیا فیصلہ ضابطہ کے خلاف ہے۔

۱۲) تمام رائج الوقت اسلامی بینکنگ سسٹم اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت اپلیٹ بنچ کا فیصلہ Misnomer (نام کی غلطی) ہے اور مشارکہ کے علاوہ جو بھی معاشی طریقے اس میں تجویز کئے گئے ہیں، وہ ماسوائے حیلہ کاری کے، اور کچھ نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ اگر ان طریقوں پر عمل کیا جائے تو اس سے سرمایہ لگانے والے فریق پر دباؤ زیادہ بڑھ جائے گا۔ یعنی اس میں 'ظلم' کا عنصر بھی شامل ہوجائے گا لہٰذا موجودہ سودی نظام سے بھی بدتر صورتِ حال پیدا ہوجائے گی۔

۱۳) شریعت اپلیٹ بنچ اس امر کا ادراک کرنے میں بھی ناکام رہا کہ وہ جو متبادل اقتصادی نظام تجویز کر

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

رہا ہے، اس پر اتفاقِ رائے نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض ممتاز فقہا مثلاً عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اس کے سختی سے مخالف ہیں۔

۱۴) عدالت لفظ 'قرض' کی درست تشریح کرنے میں ناکام رہی ہے اور صرف اس وجہ سے بھی پورے متنازعہ فیصلے کا رنگ شریعت کے خلاف ہوگیا ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ 'Loan' وہ معنی نہیں رکھتا جو لفظ 'قرض' سے مراد لئے جاتے ہیں۔

۱۵) عدالت نے متبادل اقتصادی نظام تجویز کرتے ہوئے جعفریہ مکتبِ فکر بالخصوص محمد باقر الصدر جیسے فقہ جعفریہ کے سکالر کے نظریات کو نظر انداز کردیا ہے۔ اور بہت سے دیگر فقہا مثلاً عبدالوہاب خلاف (Khallaf) اور ڈاکٹر معروف الدوالیبی کے نظریات کو پڑھنے اور سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

۱۶) سود کی ممانعت کے اسلامی قانون کو غیر مسلموں پر بھی لاگو کردیا گیا ہے جو کہ بذاتِ خود قرآن اور سنت کے خلاف ہے۔ اسی طرح فقہ جعفریہ کو بھی پامال کیا گیا ہے۔ سود کا نفاذ اگر جائز بھی قرار دیا جائے تو صرف پرسنل لاء کی حد تک تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۷) فیصلے میں انڈیکیشن کو قرآنِ حکیم یا سنتِ رسول سے کوئی حوالہ دیے بغیر غیر اسلامی قرار دے دیا گیا ہے اور اس امر پر فیصلہ کرتے ہوئے سید محمد باقر الصدر، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی، شیخ الازہر ڈاکٹر سید طنطاوی کی آرا کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

۱۸) 'ظلم' کا عنصر سود کے معاملے میں، ایک ضروری 'علت' ہے۔ فیصلے میں غلط طور پر قرار دیا گیا ہے کہ 'ظلم' سود کے معاملے میں 'علت' نہیں بلکہ 'حکمت' ہے۔ اس طرح براہِ راست قرآنِ حکیم کے علاوہ امام ابن رشد اور مولانا اشرف علی تھانوی کی فقہی آرا کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

۱۹) صرف پہلے سے طے شدہ شرح منافع کی بنیاد پر کسی لین دین کو سود کے زمرے میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ 'ہدایہ' میں درج ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے بھی یہی ہے کہ پہلے سے طے شدہ منافع، کاروبار میں مضاربہ کی ایک خاصیت ہے۔ فیصلے میں کارپوریٹ بزنس کے حوالے سے اس نقطہ نظر کا نوٹس نہیں لیا گیا۔

۲۰) وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلوں میں بہت سی دیگر خرابیاں اور کمیاں ہیں اور ایسے بہت سے سوالات جن کا سود کی حرمت کے معاملے اور فیصلے پر گہرا اثر پڑ سکتا ہے، ان پر بحث نہیں کی گئی ہے۔ ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ نے کہا کہ خود انہوں نے عدالت کے سامنے ۳۴ سوالات رکھے تھے جن پر شریعت اپلیٹ بنچ نے غور نہیں کیا۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

4 ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی کے بعد اٹارنی جنرل پاکستان مخدوم علی خان نے عدالت کے سامنے اپنی معروضات پیش کیں۔ انہوں نے سابقہ فیصلوں پر تنقید کرتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپلیٹ بنچ نے مقدمات کی سماعت کرتے ہوئے آئین پاکستان کے آرٹیکل 29, 30(2), 38(f), 81(c) اور 121(c) میں بیان کئے گئے ضوابط کے مطابق، نہ تو اپنے اختیارِ سماعت کا خیال رکھا اور نہ ہی یہ دیکھا کہ وفاقی شرعی عدالت یا شریعت اپلیٹ بنچ کے سامنے یہ مقدمات دائر بھی کئے جاسکتے تھے یا نہیں؟ آئین کے آرٹیکلز ۱۶۱ اور ۲۶۰ میں سود کا ذکر موجود ہے۔ لیکن نہ تو وفاقی شرعی عدالت نے اور نہ ہی شریعت اپلیٹ بنچ نے اس امر کا ادراک کیا کہ انہیں آئین کے بارے میں اختیارِ سماعت حاصل نہیں ہے۔ شریعت اپلیٹ بنچ نے آئینی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بجائے 'کنسالی ڈیٹڈ فنڈ' (Consolidated Fund) کے چند ضوابط کو خلافِ اسلام قرار دینے پر اکتفا کیا۔ اس کے ساتھ ہی حکومتی وکلا کے دلائل اختتام پذیر ہوئے۔

دوسری طرف سے سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ محمد اسمٰعیل قریشی نے بحث کا آغاز کیا۔ محمد اسماعیل قریشی نے سب سے پہلے اس مقدمے کی سماعت کرنے والے چیف جسٹس شیخ ریاض احمد اور دیگر ممبران پر مشتمل بنچ کی تشکیل پر اعتراض کرتے ہوئے نکتہ اٹھایا کہ یہ بنچ آئین کے ضوابط کے مطابق نہیں بنایا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ڈاکٹر خالد محمود اور جناب ڈاکٹر رشید جالندھری جو کہ بطورِ علما جج بنچ میں شامل کئے گئے ہیں، وہ بطورِ عالم دین، وہ مہارت نہیں رکھتے جو کہ اس عہدہ کے لئے درکار ہے۔ اس لئے عدالت کو نظرثانی کی درخواست سماعت کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

محمد اسماعیل قریشی نے کہا کہ نظرثانی کے معاملے میں عدالت کے اختیارات بہت محدود ہوتے ہیں اور جن قوانین، ضوابط اور حقائق کا جائزہ فیصلہ دینے والی عدالت عظمیٰ تفصیل سے لے چکی ہو، انہیں نظرثانی کے پردے میں دوبارہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ حکومت اور یونائیٹڈ بنک نے قرآن اور سنت سے حاصل کردہ جن حوالوں کو نظرثانی کی بنیاد بنایا ہے، ان سب پر تفصیل سے بحث، سماعت کرنے کے بعد ہی سابقہ فیصلے صادر کئے گئے تھے۔ اس لئے انہی سوالات اور نکات کو مکرر بنیاد بنا کر پورے مقدمے اور ایشوز کی ازسرنو سماعت نہیں کی جاسکتی۔ اسماعیل قریشی نے موقف اختیار کیا کہ نظرثانی کے حامی وکلا نے جس طرح قرآن اور سنت کی تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے، وہ تفسیر قرآن وحدیث کے اجتماعی طور پر تسلیم شدہ اصولوں پر پوری نہیں اُترتی۔ دراصل ان وکلا نے ۱۴۰۰ سال سے تسلسل کے ساتھ دی جانے والی علما اور فقہا کی اجماعی آرا کی نفی کرنے کے لئے، ان سے اختلاف کرنے والے محض دورِ جدید کے چند سکالرز کی شاذ رائے پر اکتفا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کیا ہے؛ جبکہ یہ آرا اپنی ابتدا ہی سے متنازعہ چلی آ رہی ہیں۔

محمد اسماعیل قریشی نے وضاحت کی کہ جس طرح فاضل وکیل ریاض الحسن گیلانی نے ربوٰ کو مکروہ قرار دے کر حرام اور ممنوع کے دائرے سے نکالنے کی کوشش کی ہے، وہ اسلامی اصول فقہ کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ دراصل مکروہ کی تین اقسام ہیں: ایک وہ اشیا ہیں جنہیں قرآن نے مکروہ قرار دیا ہے۔ دوسرے جنہیں اللہ کے رسولؐ نے مکروہ قرار دیا ہے اور تیسرے وہ جنہیں پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ مکروہ کی پہلی دونوں اقسام اسلامی فقہ میں حرام ہی سمجھی جاتی ہیں۔ جبکہ تیسری قسم اگر کوئی چاہے تو ناپسندیدگی سے اختیار کرسکتا ہے جبکہ سود کا معاملہ قطعاً اس تیسری قسم میں نہیں آتا۔ اسماعیل قریشی نے مزید کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کی جس روایت کی بنیاد پر سود کو مکروہ فعل قرار دیا جارہا ہے اور اسے ممانعت (حرام) کے دائرے سے نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے، اسے پورے سیاق وسباق کے ساتھ عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے واضح الفاظ میں وضاحت کی ہے کہ مکروہ سے ان کی مراد حرام (ممنوع) ہی ہے۔ محمد اسمٰعیل قریشی کی معاونت چوہدری عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ (ماہر قانون اسلامی) نے کی۔ محمد اسماعیل قریشی کو دلائل کے دوران عدالت کی جانب سے بار بار مداخلت کا سامنا کرنا پڑا۔

محمد اسماعیل قریشی نے اپنے دلائل میں کہا کہ شریعت اپلیٹ بنچ سپریم کورٹ نے بڑے بڑے علما کرام اور بنکاروں کو سن کر فیصلہ دیا تھا۔ اب محض دو بیوروکریٹس کے بیاناتِ حلفی کی بنیاد پر نظرثانی کی جارہی ہے جو قرآن کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ دنیاوی انداز میں اسلامی احکامات کی تشریح کرتے ہیں۔ محمد اسماعیل قریشی نے دلائل سمیٹتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے جس میں قرآن وسنت سپریم لاء ہے اور ان پر عمل درآمد اور ان کے احکامات کا نفاذ لازم ہے۔ قرآن وسنت سے متصادم قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا کسی فرد کی نہیں بلکہ ریاست اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔

جماعتِ اسلامی کے وکیل جسٹس (ر) خضر حیات نے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب میں اس دلیل کو ردّ کرتے ہیں کہ کرنسی نوٹ کی ویلیو کم ہونے کی وجہ سے بڑھوتری وصول کی جاسکتی ہے۔ شیخ خضر حیات نے کہا کہ مکروہ کی تعریف کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا گیا ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان (نفاذِ شریعت گروپ) کے صدر انجینئر سلیم اللہ نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر جزوی عمل ہوچکا ہے، اب اس پر نظرثانی کی قانون اجازت نہیں دیتا۔ اس کے برعکس نظرثانی کی درخواست میں حکومت نے عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد کی یقین دہانی کروانے کے بعد یوٹرن لے لیا ہے، اس لئے حکومت کا اقدام توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

آخر میں حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ نے بھی عدالت سے مختصر خطاب کیا اور محمد اسماعیل قریشی کے دلائل ، وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور شریعت اپلیٹ بنچ کے ۱۹۹۹ء کے فیصلے کی حمایت کی اور ان کے خلاف نظرثانی کی درخواست خارج کرنے کی استدعا کی۔

وکلا اور دیگر حضرات کے دلائل سماعت کرنے کے فوراً بعد نظرثانی کے لئے تشکیل کردہ بنچ نے ۲۴/جون ۲۰۰۲ کو اپنا فیصلہ سناتے ہوئے شریعت اپلیٹ بنچ کا فیصلہ مؤرخہ ۲۳/دسمبر ۱۹۹۹ء اور وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ مؤرخہ ۱۴/نومبر ۱۹۹۱ء منسوخ کردیا اور مقدمہ کو از سرنو سماعت کے لئے دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں بھیجنے کے احکامات صادر کردیے تاکہ وہ اٹھائے گئے سوالات کی روشنی میں پورے معاملے کو از سرنو دیکھے۔ فیصلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فریقین اس عدالت میں اُٹھائے گئے نکات کے علاوہ اس موضوع سے متعلقہ دیگر اور نئے سوالات بھی وفاقی شرعی عدالت کے سامنے اُٹھا سکتے ہیں جبکہ وفاقی شرعی عدالت ازخود بھی اپنی دانست کے مطابق سوالات اُٹھا سکتی ہے۔

نظرثانی کرنے والی عدالت نے اپنے مذکورہ بالا فیصلے کی بنیاد جن معروضات پر رکھی، وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

① وفاقی شرعی عدالت نے سود کی پابندی کی حد تک غیر مسلموں کے معاملے کو بالکل چھوا تک نہیں تھا۔ لیکن شریعت اپلیٹ بنچ نے نہ صرف یہ کہ اس ایشو پر بحث کی بلکہ امتناعِ سود کے قانون کو غیر مسلموں پر بھی لاگو کردیا۔

② اسلام میں قرض کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ وہ رقم ہے جو اللہ کے نام پر صدقہ یا خیرات کی شکل میں دی جاتی ہے جبکہ موجودہ بینکنگ سسٹم کے 'لون' اس سے بالکل مختلف ہیں اور حکومت کی مختلف سکیموں میں لگایا جانے والا سرمایہ بھی قرض کی سابق الذکر تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ اس میں 'ظلم' کا عنصر شامل نہیں ہوتا۔

③ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر موجودہ بینکنگ سسٹم کو ختم کرکے متبادل نظام لایا گیا تو پورے ملک میں انارکی پھیل جائے گی۔ ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ ایسے اقدامات اٹھائے جن سے لوگوں کی بھلائی کا پہلو نکلتا ہو اور عوامی مفادات کی حفاظت ہوتی ہو۔ نہ کہ ملک میں افراتفری، بے یقینی اور انارکی پھیل جائے۔

④ مسٹر خالد اسحق ایڈووکیٹ نے وفاقی شرعی عدالت میں کہا تھا کہ

(i) افراطِ زر (Inflation) کے بارے میں فقہی آرا موجود ہیں کہ افراطِ زر کے مطابق بڑھوتری

© rasailojaraid.com

سود کے زمرے میں نہیں آتی۔

(ii) اس بارے میں بھی فقہی آرا موجود ہیں کہ بنکوں کی طرف سے دیا جانے والا منافع سود کی اس قسم میں شامل نہیں ہے جسے حرام یا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے خالد اسحٰق کی معروضات کو محض اس لئے نظر انداز کر دیا کہ انہوں نے جس مواد پر اپنی رائے قائم کی ہے، اس کی نقول عدالت کو فراہم نہیں کیں۔ شریعت اپلیٹ بنچ کے لئے لازمی تھا کہ وہ مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں مقدمہ وفاقی شرعی عدالت کو واپس ریمانڈ کر دیتی۔ تاکہ از سر نو ان آرا کی جانچ کرنے کے بعد انہیں قبول یا مسترد کرے۔

⑤ مندرجہ بالا موجبات کی روشنی میں دیکھا جائے تو بہت سی غلطیاں دونوں متنازعہ فیصلوں کی سطح پر تیرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے مقدمہ کا ریمانڈ کیا جانا قرین انصاف ہے۔

⑥ موجودہ بنچ میں شامل علما پر اٹھائے گئے اعتراض کو ردّ کرتے ہوئے عدالت نے قرار دیا کہ دونوں فاضل ارکان مستند سکالر ہیں۔ عدالت نے مزید قرار دیا کہ ویسے بھی اس اعتراض کو نظر ثانی کے ساتھ نہیں اُٹھایا جاسکتا۔

شریعت اپلیٹ بنچ آف سپریم کورٹ کا نظر ثانی کی درخواست منظور کرنے والا مذکورہ بالا فیصلہ منظر عام پر آتے ہی ذرائع ابلاغ میں اہل قلم، علماءِ کرام اور قانون دانوں کے بیانات اور مضامین شائع ہونے لگے۔ بہت سے جرائد نے اس حوالے سے خصوصی مضامین اور اہل الرائے کے انٹرویوز شائع کئے۔ عوامی اندازہ تو آغاز ہی سے یہی تھا کہ سپریم کورٹ حکومت کی درخواست کو یقیناً پذیرائی بخشے گی اور اسے مزید مہلت عطا کرتے ہوئے سودی نظام کو جاری و ساری رہنے دے گی۔ لیکن وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپلیٹ بنچ کے دونوں فیصلوں کا بیک وقت منسوخ کیا جانا عوام اور دینی حلقوں کے لئے باعث حیرت بنا۔ عوامی رائے کے مطابق نہ تو موجودہ بنچ کے فاضل ارکان میں سے کوئی جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن جیسے علمی مرتبے کا حامل تھا۔ اور نہ ہی موجودہ بنچ میں شامل علماء کرام یعنی ڈاکٹر خالد محمود اور علامہ رشید جالندھری سابقہ شریعت اپلیٹ بنچ کے علماء ارکان مولانا تقی عثمانی اور ڈاکٹر محمود غازی جیسی فقہی استعداد کے حامل تھے۔ عوامی حلقوں کے ردّعمل کو چھوڑتے ہوئے، اختصار کے نقطہ نظر سے ذیل میں سپریم کورٹ کے سابق جج مسٹر جسٹس وجیہ الدین احمد کے ایک انٹرویو کے کچھ اقتباسات یہاں درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ یہ انٹرویو ہفت روزہ 'تکبیر' ۴ تا ۱۰ر جولائی ۲۰۰۲ء کے شمارے میں شامل اشاعت ہے۔ یاد رہے کہ جسٹس وجیہ الدین احمد اس شریعت اپلیٹ بنچ میں بطورِ جج شامل تھے جس نے دسمبر ۱۹۹۹ء میں سود کو حرام قرار دیتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی توثیق کی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جسٹس (ر) وجیہ الدین احمد نے جون ۲۰۰۲ء کے زیرنظر فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ

> ''نظرثانی اور اپیل میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے۔ اپیل میں نئے سوالات کی محدود حد تک پذیرائی ہوسکتی ہے مگر نظرثانی میں نئے سوالات نہیں اُٹھائے جاسکتے۔ عدالت نے نہ صرف نئے سوالات اٹھانے دیے بلکہ ان کی بنیاد پر وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلوں کو رد بھی کردیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ عدالت سپریم کورٹ سے بھی بالا کوئی عدالت تھی ......''

جسٹس صاحب نے مزید کہا کہ عدالت کے سامنے سود کو لوگوں کا پرسنل لاء قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ وفاقی شرعی عدالت پرسنل لاء پر فیصلہ دینے کی اہل نہ تھی۔ حالانکہ سود کسی طرح سے بھی پرسنل لاء کے زمرے میں نہیں آتا۔ یہ پوری قوم اور پورے ملک کا مسئلہ ہے، اسی لئے پرنسپل آف پالیسی میں اسے شامل کیا گیا ہے لہٰذا یہ ایک پبلک مسئلہ ہے۔

حکومت نے آئین کے آرٹیکل ۸سی کے حوالے سے دلیل دی کہ آئین میں سود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ سود اور ربوٰ میں فرق ہے۔ لہٰذا سود کے بارے میں تو عدالت فیصلہ نہیں کرسکتی البتہ ربوٰ کے بارے میں کرسکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سود اور ربوٰ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سابقہ فیصلہ جات میں پوری تحقیق کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ جب بھی اعلیٰ عدالتیں کسی فیصلے کی جانچ کرتی ہیں تو پہلے متنازعہ فیصلے کو عدالت میں پڑھوایا جاتا ہے تاکہ سب کو اس کی تفصیلات سے آگاہی ہوجائے۔

جسٹس (ر) وجیہ الدین احمد نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ جب ہم نے ربوٰ کا کیس سنا تو چار پانچ روز تک وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ پڑھوا کر کورٹ میں سنا تھا۔ حالیہ سماعت کے دوران نہ تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ سنا گیا، نہ ہی خود شریعت اپلیٹ بنچ کا فیصلہ سنا گیا، اس طرح اس فیصلے کے حیثیت قانونی طور پر مجروح ہوجاتی ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں پر سود کے امتناعی فیصلے کے نفاذ کا تعلق ہے تو اس بارے میں پوری چھان بین کی گئی تھی ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں بھی سود کی ممانعت موجود ہے حتیٰ کہ ہندوؤں کے مذہب میں بھی ایسے سود کی ممانعت ہے جس سے غریب طبقات پس کر رہ جائیں۔ سود صرف اُمت ِمحمدیہ کے لئے ممنوع نہیں ہے بلکہ سابقہ ادیان میں بھی اس کی نفی ہوچکی ہے اور غیر مسلموں پر اس قانون کے اطلاق کا حکم صریح حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہے۔

اگر وفاقی شرعی عدالت یا شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلے میں کچھ نقائص رہ گئے تھے تو اعلیٰ ترین عدالت ہونے کے ناطے خود اس عدالت کی ذمہ داری تھی کہ وہ 'اتنے اہم سوالات' کی خود سماعت کرتی اور پھر ان پر اپنا فیصلہ سناتی لیکن جس طرح سابقہ دونوں فیصلوں کی نفی کرتے ہوئے سود کے مقدمہ کو دوبارہ نچلی عدالت میں بھیج دیا گیا ہے، اس کا صاف مطلب تو یہی ہے کہ ایک طویل عرصے کے لئے سود پر مبنی غیر اسلامی نظام

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کو غیر معینہ مہلت دے دی گئی ہے۔

سود کے مقدمے میں اور عمومی طور پر عدالتوں پر حکومتی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے جسٹس (ر) وجیہ الدین احمد نے کہا کہ اب تو یہ کہا جا رہا ہے کہ اپنی مرضی کے فیصلے کروانے کے لئے اپنی مرضی کے جج لگائے جائیں۔ اس مقصد کے لئے پی سی او کے تحت حلف لئے گئے اور اس کے بعد نئے ججوں کی بھرتی ہوئی۔ جب یہ عمل مکمل ہو گیا تو ظفر علی شاہ کیس میں اپنی مرضی کا فیصلہ حاصل کیا گیا۔ قاضی حسین احمد نے ریفرنڈم کے آرڈر کو چیلنج کیا تو فیصلہ دیا گیا کہ ریفرنڈم کو ہم دستور کی کسوٹی پر نہیں دیکھ سکتے کیونکہ دستور میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ حکومت کہتی ہے کہ ریفرنڈم پی سی او کے تحت ہو رہا ہے اور پی سی او کے تحت تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آئین کی روشنی میں اس مسئلے کا فیصلہ کسی اور وقت اور کسی اور جگہ ہو گا۔

جسٹس (ر) وجیہ الدین احمد نے سود والے کیس کے حوالے سے انکشاف کیا کہ ایک ایسے شخص کو، جس سے حکومت قانونی معاملات میں مشورہ لیتی ہے اور جو اپنی جادوگری سے اس تمام گورکھ دھندے کو چلا رہے ہیں، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا فون آیا اور انہوں نے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ شریعت اپلیٹ بنچ میں، میں نے سود والے مقدمے کی سماعت کرنا ہے، کس کس جج کو شامل کروں؟ یوں ان کی منظوری سے یہ بنچ تشکیل پایا۔ اس بنچ کے بارے میں اتنا ہی کہوں گا کہ اس کے ذریعے انصاف کے سودے کو گندا کیا گیا ہے۔ جہاں تک راقم الحروف کی معلومات کا تعلق ہے۔ حکومت یا قانونی گورکھ دھندہ چلانے والی کسی شخصیت نے یا پھر خود محترم چیف جسٹس نے اس بات کی تردید نہیں کی ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ اب سود کا مقدمہ ایک مرتبہ پھر اپنے ابتدائی مرحلے میں پہنچ گیا ہے اور اس میں تازہ فیصلے کے ذریعے بہت سے 'نئے مباحث' کا ڈول ڈال دیا گیا ہے۔ سود کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے واضح نقطہ نظر (جس کا ذکر اس مضمون کے آغاز میں کیا گیا ہے) اور آئین کے آرٹیکل ۳۸/ایف کے بعد جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت جس قدر جلد ممکن ہو سکا، ربوٰ کو ختم کرے گی۔ ہمارے خیال میں سود کے بارے میں حرام اور ناجائز ہونے کی بحث کو تو ویسے ہی ختم ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ خود آئین اسے ختم کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس لئے اب عقل کی عیاری نئے مباحث کی صورت میں بھیس بدل کر سامنے آئے گی اور دلیل دے گی کہ آئین اور قرآن میں ربوٰ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ربوٰ کی تعریف سود اور انٹرسٹ سے بالکل الگ ہے۔ یہ مرحلہ دینی حلقوں کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قدرت کی طرف سے ایک بار پھر فکری اور نظریاتی سطح پر سود کے خلاف عدالتی جہاد کی تیاری کے لئے مہلت عطا ہو رہی ہے۔ خدا اور رسولؐ کے خلاف سودی جنگ میں مخالف طاقتوں کو شکست دینے کا یہ موقع بھی اگر ضائع کر دیا گیا تو یہ نظریۂ پاکستان کے ساتھ ایک ناقابل معافی غفلت کے مترادف ہو گا۔

(ظفر علی راجا، ایڈووکیٹ)

www.KitaboSunnat.com